قارئین بنام مدیر

افکار و تاثرات

- مسعود کھدر پوش - محمد سلیم فاروقی
- فتوحاتِ عثمانؓ اور فتح اندلس - ڈاکٹر حمید اللہ صاحب
- خمینی کا انقلاب ایران - قارئین
- برما میں مسلمانوں کی حالتِ زار - قارئین

مسعود کھدر پوش کی نئی تحریک | کراچی سے شائع ہونے والے مشہور علمی و ادبی رسالہ سہ ماہی "العلم" کے گذشتہ شمارہ میں جناب سید الطاف علی بریلوی (مدیر العلم) نے اپنے اداریہ میں "ایک بری خبر" کے عنوان سے لاہور کے ایک ہفتہ وار اخبار VIE POINT میں شائع ہونے والی خبر ("پنجابی کو اس کا جائز مقام دیا جائے") پر اپنے خیالات کا مناسب اظہار کیا ہے۔ پنجابی کو اس کا جائز مقام دینے کا مطالبہ ایک منشور کی شکل میں باقاعدہ پریس کانفرنس میں کیا گیا۔ اس مطالبہ کے خاص خاص نکات درج ذیل ہیں۔

- پنجابی زبان کو ذریعہ تعلیم اور عدالتوں کی زبان بنایا جائے۔
- علاقائی کے بجائے اسے قومی زبان کہا جائے۔
- ریڈیو اور ٹیلی وژن کے اسّی فیصد پروگرام پنجابی میں پیش کئے جائیں۔
- پنجابی میں ایم اے کرنے والوں کو ملازمت کے مواقع فراہم کئے جائیں۔
- پنجابی کے اخبارات و رسائل نکالنے کی اجازت دی جائے۔

مدیر "العلم" نے اس سلسلہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا:-

"مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہوا اس کی ابتدا بھی بنگالی زبان اور کلچر کے قضیۂ نامرضیہ سے ہوئی تھی جس کے تلخ نتیجہ میں نہ صرف پاکستان دولخت ہو گیا بلکہ خود مشرقی پاکستان بنگلہ دیش بنکر تباہ و برباد ہو گیا .....

خود صوبہ پنجاب میں کچھ اور زبانیں بھی ہیں جیسے کہ سرائیکی اور پوٹھواری وغیرہ جن کو قومی زبان بنانے کے مطالبے کئے جاسکتے ہیں بالخصوص پوٹھواری کا حق اس لحاظ سے فائق ہو گیا ہے کہ وہاں اب ملک کا دارالحکومت اسلام آباد واقع ہے"

پنجابی زبان کو اس کا اصل حق دلوانے کے لئے جو تحریک شروع کی گئی ہے اس کے کنوینر جناب مسعود

کھدّر پوش ہیں جنہوں نے سندھ کے کاشتکاروں کی حمایت میں "ہاری رپورٹ" تیار کی تھی علاوہ بریں انہی صاحب نے اردو میں نماز پڑھانے کا فارمولا بھی پیش کیا تھا۔ مذکورہ تحریک میں مسعود کھدر پوش کے علاوہ اور بھی کئی سربرآوردہ شخصیتیں شامل ہیں۔

سید الطاف علی بریلوی صاحب نے اپنے اداریہ میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کو زبان و کلچر کی بنیاد بتایا ہے۔ حالاں کہ اس عظیم المیہ کے اسباب کچھ اور ہیں۔ اس سلسلہ میں مشہور دانشور اور بانی پاکستان کے دست راست جناب پیر علی محمد راشدی نے اپنے کالم "مشرق و مغرب" (روزنامہ جنگ) میں ایک سلسلۂ مضامین شروع کیا ہے۔ اپنی پہلی قسط میں انہوں نے جو باتیں لکھی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

- علامہ اقبال کے خطبہ الہ آباد میں مشرقی بنگال کا کوئی ذکر نہیں۔
- اپریل ۱۹۴۶ء میں مسلم لیگی اسمبلی ممبروں کی دہلی میں میٹنگ ہوئی وہاں پہلی بار بنگالی نمائندوں خصوصاً جناب حسین شہید سہروردی کی تحریک اور اصرار پر یہ تصور سامنے آیا کہ مشرقی بنگال (یا مشرقی پاکستان) کو مغربی پاکستان کے صوبوں سے ملا کر ایک ہی متحد مسلمان ریاست بنائی جائے۔
- بنگال میں اس الحاق کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھی۔
- مسلم لیگ کا ریکارڈ اس بات کا شاہد ہے کہ وہ آنکھیں بند کئے پاکستان کے معاملہ میں مسلم لیگ کی ہائی کمانڈ کے پیچھے چلتے رہے۔
- ایک وقت آیا جب مسلم لیگ نے ہندوستان کی مشترکہ عارضی کابینہ میں شرکت قبول کی اور اپنے پانچ نمائندے دئے۔ لیکن ان نمائندوں میں کسی بنگالی مسلمان لیڈر کو شامل نہیں کیا گیا۔
- پاکستان بننے کے بعد مغربی پاکستان میں چیدہ چیدہ خرانٹ بیوروکریٹ وہاں کے کلیدی عہدوں پر لگا دئے گئے۔
- جوٹ کی کمائی مغربی پاکستان پر خرچ ہوتی رہی۔
- پاکستان بنتے ہی فضل الحق اور سہروردی کے پایہ کے بنگالی مسلم لیگی لیڈروں کو پاکستان کا غدار اور بھارت کا ایجنٹ قرار دیا گیا۔
- ۱۹۵۵ء میں سہروردی مرحوم کو پرائم منسٹری کا جھانسہ دے کر ان سے دغا کی گئی اور چوہدری محمد علی مرحوم خود اس کرسی پر بیٹھ گئے۔

یہ ہے جناب پیر علی محمد راشدی کے مضمون کا خلاصہ جسے پڑھ کر بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ مشرقی پاکستان میں وکچھ ہوا اس میں زبان اور کلچر کی حیثیت بہت ثانوی تھی۔ بنگلہ دیش کے وجود میں آنے کے اسباب وعلل کچھ اور ی ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ صوبہ پنجاب میں اور بھی کئی زبانیں اپنا وجود رکھتی ہیں جنہیں قومی زبان بنانے کا مطالبہ یا جا سکتا ہے۔ تو اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ سرائیکی زبان کو اس کا جائز حق دلوانے کی تحریک بہت عرصہ ہوا روع ہو چکی ہے۔ اب غور طلب بات یہ ہے کہ اس کی جڑیں کہاں تک پھیل چکی ہیں؟ ۱۹۷۴ء میں ملتان میں ب بہت بڑی سرائیکی کانفرنس ہوئی تھی۔ اس کانفرنس میں تقریباً پچاس سرائیکی دانشوروں نے مقالات ھے تھے۔ اس کی روداد باقاعدہ ایک کتابچہ کی صورت میں شائع ہوئی تھی۔ راقم الحروف کے پاس اس کی چند پیاں اب بھی محفوظ ہیں۔ اس کتابچہ میں بھی ایک منشور پیش کیا گیا تھا جس کی تفصیل طولانی ہے۔ صرف ایک ت کی طرف اشارہ کرتا چلوں کہ سرائیکی دانشوروں نے پنجابی کو زبان کی حیثیت سے تسلیم ہی نہیں کیا۔ ان کا یہ ا ہے کہ اصل زبان سرائیکی ہے جس پر پنجابیوں نے غاصبانہ طور پر قبضہ کر کے اس کی شکل بگاڑ دی ہے یعنی ں زبان کو پنجابی کہا جاتا ہے وہ بھی سرائیکی کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ واللہ اعلم

پنجابی زبان کو "قومی زبان" بنانے کے لئے ایک دستخطی مہم شروع کی گئی جن معروف شخصیات نے مہم میں حصہ لیا ان کے نام درج ذیل ہیں۔

میاں ممتاز دولتانہ۔ عبدالحفیظ کاردار۔ میاں محمود علی قصوری۔ ملک معراج خالد۔ ڈاکٹر مبشر حسن۔ چوہدری اعتزاز احسن۔ مولانا عبیداللہ انورؒ اور مسٹر مظہر علی خان۔

اس مطالبہ کی خبر کے ساتھ جب مذکورہ نام اخبارات میں شائع ہوئے تو ان حضرات میں سے کسی ایک نے دید نہیں کی۔ اس کے باوجود میاں ممتاز دولتانہ۔ محمود علی قصوری اور مولانا عبیداللہ انور کی اس تحریک میں شمولیت یں اب بھی شبہ ہے۔ خاص طور پر مولانا عبیداللہ انورؒ جو شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ لاہوری کے لائق فرزند نے کے ساتھ ساتھ خود بھی علمائے دین میں ایک معتبر شخصیت سمجھے جاتے تھے۔ چونکہ اب وہ اپنے خالق حقیقی جا ملے ہیں اس لئے ان کی تردید و تائید کے بارے میں کوئی کیا کہہ سکتا ہے۔ البتہ میاں ممتاز دولتانہ اور محمود علی ری اس سلسلہ میں اپنی پوزیشن ضرور صاف کر دینا چاہئے۔ اگر ان ہر دو ذمہ دار حضرات نے ایسا نہ کیا تو ہ نامناسب بات ہو گی۔

زبان کے حقوق و تحفظ کا مسئلہ ہمیشہ سنجیدہ نوعیت کا رہا ہے۔ لیکن بیسویں صدی میں اس نے ایک طوفان کل میں سر اٹھایا ہے۔ زبان کے امتیاز نے ملکوں اور قبیلوں کو تتر بتر کر دیا۔ جب برصغیر پاک و ہند میں فرنگیوں پنجے قدم جمائے تو اس کے بعد ان کی زبان و تعلیم کا مسئلہ پیدا ہوا۔ علمائے ہند و پاک کا ایک محدود گروہ انگریزی

زبان کے سخت خلاف تھا جب اس بارے میں مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے مسئلہ دریافت کیا گیا تو انہوں نے نص قرآنی کے ذریعہ اس کا حل پیش کر دیا جس کا ترجمہ یہ ہے:

اللہ تعالیٰ نے رنگتوں اور زبانوں کے اختلاف کو اپنی نشانیوں میں سے ایک نشانی قرار دیا ہے۔ (سورۃ روم)

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ:-

"سو اگر کوئی ایسا شخص جو اپنی ضروریات دینیہ، عقائد و مسائل سے واقف ہو اور ظن غالب ہو کہ یہ شخص بوجہ صحبت کفار فجار کے ان کے خیالات یا رسوم کی طرف مائل اور اپنے دین سے سست عقیدہ نہ ہوگا واسطے کسب معاش وغیرہ کے انگریزی یا ہندی پڑھے تو جائز ہے"

اس حوالہ کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام نے دنیا کی کسی زبان یا بولی کے بارے میں کبھی کوئی سخت رویہ نہ رکھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ مقتدر صحابہ کرام نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں کفار و مشرکین کی زبانیں سیکھیں۔ اسی طرح عربی کو لے لیجیے۔ اگرچہ اسلام کے حوالہ سے عربی صرف مسلمانوں کی زبان ہونا چاہیے کیونکہ ان کی دینی کتاب قرآن اسی زبان میں ہے۔ لیکن آپ یہ دیکھیے کہ صورت حال اس کے بالکل برعکس عربی یہودیوں کی بھی مادری زبان ہے اور عیسائیوں کی بھی کیونکہ جو یہودی اور عیسائی سینکڑوں سال سے سرزمین عرب میں آباد ہیں۔ ان کی مادری زبان عربی ہی ہوگی۔ انگریزی یا لاطینی نہیں۔ اس کے علاوہ آپ اس حقیقت سے بھی جائزہ لیجیے کہ جب اسلام کا دائرہ فتوحات وسیع ہوا اور قطعہ زمین پر بسنے والی مختلف المذاہب اقوام نے اسلام قبول کیا تو وہاں بھی عربی زبان کی قید نہیں رکھی گئی۔ بلکہ قرآن و حدیث اور مسئلہ مسائل کی کتابوں کے تراجم ہوئے لوگوں نے انہی ترجموں کی مدد سے جو ان کی مادری زبان میں ہوئے اسلام کو سمجھا۔ مثلاً فارسی کو لے لیجیے اسلام کا تمام تر دینی سرمایہ اس زبان میں موجود ہے۔

جیسا کہ ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ زبان اور کلچرل کے مسائل جس شدت سے عہد جدید میں پیدا ہوئے ہیں اس وقت دنیا کا ہر خطہ اس آندھی کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ کیا عرب، کیا ایران، کیا ہندوستان اور کیا پاکستان۔ انتہا تو یہ ہے کہ لسانی و ثقافتی عصبیت کے شکار افراد موہنجوداڑو اور ٹیکسلا کے کھنڈروں میں ہزاروں سال پرانا اور دفن شدہ ورثہ تلاش کر رہے ہیں۔ اس پر مضامین و مقالات لکھے جاتے ہیں سیمینار ہوتے ہیں۔ غیر ملکی وفود کو آثار کا معائنہ کرایا جاتا ہے۔ دراصل یہی وہ ذہن ہے جس نے مملکت اسلامی اور پاکستان میں زبان و ثقافت کا مسئلہ کھڑا کیا ہے۔ اگر لوگوں میں دین اسلام کی قدر و منزلت ہو تو ان سے پوچھا جائے کہ جناب آپ کتاب و سنت

کے پیروکار ہیں۔ آپ کا ملک اسلامی ملک ہے۔ آپ کا پانچ ہزار سال یا تین ہزار سال پرانی یا مسخ شدہ تہذیبوں سے کیا تعلق؟ یہ گڑے مردے اکھیڑنے سے اسلام یا پاکستان کو کیا فائدہ ہوگا؟

اندرون ملک بڑھتے ہوئے لسانی و ثقافتی تنازعات پر جب ہم نظر ڈالتے ہیں تو دل اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتا کہ پاکستان کا قیام اسلام کے نام پر عمل میں آیا تھا۔ کیونکہ پاکستان بننے کے بعد یہاں مذکورہ تنازعات نے یہ صورت اختیار کی کہ بھائی بھائی کی جان لینے پر کمربستہ ہوگیا۔ لسانی عصبیت نے اسلام کے اس اصول پر بھی خطِ تنسیخ کھینچ دیا جس کے تحت "تمام مسلمان ایک دوسرے کے بھائی ہیں" ان کے لئے اسلام ہی دین و دنیا میں سرخروئی کا ذریعہ ہے۔ باقی زبان، ثقافت، علاقائیت سب "بتانِ وہم و گمان ہیں"

کہتے ہیں علم انسان کو تاریکی سے روشنی کی طرف لاتا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں خود ارباب لوح و قلم یعنی بزعم عام میں دانشور جو ہر معاشرہ میں سب سے زیادہ سمجھدار اور ہوشمند ہوتے ہیں لسانی عصبیت کی تخم کاری کر رہے ہیں۔ سیاست دان ذاتی مفاد کے لئے یہ زہر پھیلا رہے ہیں۔ علمائے دین جن پر ان خرابیوں کو دور کرنے کی سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ وہ بھی اس طرف کوئی خاص توجہ نہیں دے رہے کسی کو اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں۔ ڈاکٹر اسرار صاحب نے اپنے ایک خطبہ میں بالکل صحیح کہا کہ پاکستان کا وجود اسلام کا رہین منت ہے اگر اسلام نہ رہا تو پاکستان بھی نہیں رہے گا۔

حالات کی ستم ظریفی دیکھئے کہ ابھی کل تک قیام پاکستان کو اس لئے ضروری سمجھا جا رہا تھا کہ مسلمان اپنی تہذیب اور مذہب میں ہندوؤں سے میل نہیں کھاتے تھے۔ ان کی اولاد مشرکانہ ماحول میں گمراہ ہو رہی تھی۔ انگریز اور ہندو دونوں مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے یہ فیصلہ کیا کہ موجودہ پاکستان کے چاروں صوبوں یعنی سندھ، بلوچستان، پنجاب اور سرحد کو ملا کر ایک اسلامی ریاست بنائی جائے۔ چنانچہ سب نے اس پر لبیک کہا اور مسٹر محمد علی جناح کی رہبری میں قیام پاکستان کی تگ و دو شروع ہوگئی۔ اور پھر ہمالیہ سے لے کر راس کماری تک پاکستان کا مطلب کیا لا الٰہ الا اللہ۔ اور لے کے رہیں گے پاکستان۔ بن کے رہے گا پاکستان کی صدائیں گونجنے لگیں۔ اس وقت تو پاکستان کے قیام کی جدوجہد میں حصہ لینے والوں کا دین بھی ایک تھا۔ آسمانی کتاب بھی ایک تھی۔ کلمہ بھی ایک تھا۔ رسولؐ بھی ایک تھا۔ زبان بھی ایک اور کلچر بھی ایک تھا اور پاکستان بننے کے بعد ہر ایک چیز الگ الگ ہوگئی۔ کیا یہ فراڈ مسلمانوں نے ہندوؤں کے ساتھ کیا تھا یا اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ؟

علاوہ بریں جب بانئ پاکستان مسٹر محمد علی جناح نے یہ اعلان کیا کہ پاکستان کی قومی زبان اردو ہوگی تو اس

تو اس وقت پنجابی زبان کو اس کا اصل حق دلوانے والوں میں سے کسی میں اتنی اخلاقی جرأت نہ تھی کہ وہ ان سے کھڑے ہو کر کہتا کہ محترم! پاکستان کے چار صوبے ہیں جن کی زبان، ثقافت اور معاشرت جدا جدا ہے۔ اس لئے ہر صوبے کی قومی زبان الگ ہو گی۔ جب ہماری زبانیں باقاعدہ و باضابطہ موجود ہیں تو ہم کسی دوسری زبان کو پاکستان کی قومی زبان کیوں بنائیں تو مسئلہ اسی وقت حل ہو جاتا۔ اور آج اس لسانی مسئلہ پر کوئی سر پھٹول نہ ہوتی

لسانی مسائل کو ہوا دینے والوں سے ہمیں یہ بھی پوچھنا ہے کہ جناب اگر آپ کو پاکستان بننے کے بعد یہی کچھ کرنا تھا تو آپ ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ مل جل کر رہتے کیونکہ پنجابی سکھ بھی بولتا تھا اور ہندو بھی۔ اور یہ جو اسلام اور پاکستان کے نام پر لاکھوں انسانوں نے جانیں دیں۔ اپنا گھر بار لٹوایا۔ عزت و عصمت کی دھجیاں اڑوائیں۔ آخر کس لئے! یہ عظیم جانی و مالی نقصان کس کے کھاتے میں لکھا جائے گا۔ آخر یہ خونِ ناحق کس کی گردن پر ہو گا؟

مقام افسوس ہے کہ جب ان لاکھوں بے گناہ انسانوں کے خون پر قائم ہونے والے پاکستان نے آپ کو عزت دی، زندگی کے آسائش و آرام مہیا کئے تو آج آپ کو پنجابی زبان کو قومی زبان بنوانے اور اسے اس کا اصل حق دلوانے کا خیال آیا اس سے پہلے آپ کہاں سو رہے تھے؟

مسعود کھدر پوش صاحب نے جو تحریک شروع کی ہے ہو سکتا ہے کہ اس کا بعض لوگوں نے کوئی نوٹس لیا ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم لوگ ہر مسئلہ کو سرسری نظر سے دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں اس کے اسباب و علل پہ گہری نگاہ ڈالنے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے جب پانی سر سے گزر جاتا ہے تب ہوش آتا ہے۔ آپ ذرا غور فرمائیے کہ ہمارے چند معتبر بزرگ سر جوڑ کر بیٹھے اور پنجابی کو قومی زبان بنانے کا فیصلہ کر لیا۔ اب پنجابی قومی زبان بنے یا نہ بنے لیکن اس کا پاکستان کی اس نئی نسل پر کیا اثر پڑے گا جو مستقبل میں ملک کی باگ ڈور سنبھالے گی ہم کہتے ہیں کہ ان تمام ہنگامی باتوں کا نئی نسل پر اثر پڑ چکا ہے۔ ہمارے بزرگ پنجابی زبان کو قومی زبان بنانے کی محض پر دستخطی مہم چلا رہے ہیں۔ اور نئی نسل تعلیمی اداروں میں پنجابی، پختون، بلوچ اور سندھی فیڈریشنیں بنا کر ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہے ع

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

ان معروضات کی روشنی میں ہم انتہائی دردمندی کے ساتھ مسعود کھدر پوش اور ان کے ہمنواؤں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ پاکستان کے اندرونی خلفشار اور بیرونی خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی تحریک کو کسی وقت پر اٹھا رکھیں۔ اس وقت پنجاب پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر ان نازک حالات اس قسم کی تحریکیں یہاں سے اٹھیں تو اس کے نتائج ملک و قوم کی سالمیت کے لئے بہتر نہ ہوں گے۔ اس وقت